# ساحر لدھیانوی

## غزلیں نظمیں اور گیت

مُرتّبہ امتیاز علی

بُک کارپوریشن، دھلی

# ساحر لدھیانوی

## غزلیں، نظمیں اور گیت

چند کلیاں نشاط کی چُن کر
مدتوں محوِ یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی
تُجھ سے مِل کر اُداس رہتا ہوں

# ساحر لدھیانوی

## غزلیں، نظمیں اور گیت

(تلخیاں، تنہائیاں اور گاتا جائے بنجارہ سے انتخاب)

مرتبہ:

**امتیاز علی**

پروفیسر اسلم آزاد، رکن بہار قانون ساز کونسل کے
ترقیاتی فنڈ سے طلبہ کی فلاح کے لیے فراہم

بک کارپوریشن، دھلی۔٦

© جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ!

**SAHIR LUDHYANVI**
**(Ghazlein, Nazmein aur Geet)**

***Edited by***
***Imtiyaz Ali***

**Year of Edition 2007**
**ISBN 81-88912-02-6**
**Price Rs. 70/- (Library Edition)**

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | ساحر لدھیانوی (غزلیں، نظمیں اور گیت) |
| مرتبہ | : | امتیاز علی |
| سنِ اشاعت | : | ۲۰۰۷ء |
| قیمت | : | ۷۰ روپے (لائبریری ایڈیشن) |
| مطبع | : | عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی ۶ |

***Published by***

**BOOK CORPORATION**
**3191, Ground Floor, Mirza Ahmad Ali Marg**
**Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)**
**Ph: 23216162, 23214465 Fax : 0091-11-23211540**

عزیز دوست

پروفیسر افضال احمد انور

کے نام

# حسنِ ترتیب

## غزلیں



## نظمیں

## گیت

# غزلیں

ہوس نصیب نظر کو کہیں قرار نہیں
میں منتظر ہوں مگر تیرا انتظار نہیں

ہمیں سے رنگِ گلستاں ہمیں سے رنگِ بہار
ہمیں کو نظمِ گلستاں پہ اختیار نہیں

ابھی نہ چھیڑ محبت کے گیت اے مطرب
ابھی حیات کا ماحول خوشگوار نہیں

تمہارے عہدِ وفا کو میں عہد کیا سمجھوں
مجھے خود اپنی محبت پہ اعتبار نہیں

نہ جانے کتنے گلے اس میں مضطرب ہیں ندیم
وہ ایک دل جو کسی کا گِلہ گزار نہیں

گریز کا نہیں۔ قائل حیات سے لیکن
جو سچ کہوں کہ مجھے موت ناگوار نہیں

یہ کس مقام پہ پہنچا دیا زمانے نے
کہ اب حیات پہ تیرا بھی اختیار نہیں

## ☆○☆ غزل ☆○☆

تنگ آ چکے ہیں کشمکشِ زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

مایوسئ مآل محبت نہ پُوچھیے
اپنوں سے پیش آئے ہیں بیگانگی سے ہم

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتۂ اُمیّد
لو اب کبھی گلا نہ کریں گے کسی سے ہم

ابھریں گے ایک بار ابھی دل کے ولولے
گو دب گئے ہیں بارِ غم زندگی سے ہم

گر زندگی میں مل گئے پھر اتفاق سے
پوچھیں گے اپنا حال تری بے بسی سے ہم

اللہ رے فریب مشیت کہ آج تک
دُنیا کے ظلم سہتے رہے خامشی سے ہم

## ☆○☆ غزل ☆○☆

دیکھا تو تھا یونہی. کسی غفلت شعار نے
دیوانہ کر دیا دلِ بے اختیار نے

اے آرزو کے دھندلے خوابو! جواب دو
پھر کس کی یاد آئی تھی مجھ کو پکارنے

تجھ کو خبر نہیں، مگر اک سادہ لوح کو
برباد کر دیا ترے دو دن کے پیار نے

میں اور تم سے ترکِ محبت کی آرزو
دیوانہ کر دیا ہے غمِ روز گار نے

اب اے دلِ تباہ ترا کیا خیال ہے
ہم تو چلے تھے کاکلِ گیتی سنوارنے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

بھڑکا رہے ہیں آگ لبِ نغمۂ گر سے ہم
خاموش کیا رہیں گے زمانے کے ڈر سے ہم

کچھ اور بڑھ گئے جو اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

اہلِ دل اور بھی ہیں اہلِ وفا اور بھی ہیں
ایک ہم ہی نہیں دنیا سے خفا اور بھی ہیں

ہم پہ ہی ختم نہیں مسلکِ شوریدہ سری
چاک دل اور بھی ہیں چاک قبا اور بھی ہیں

کیا ہوا گر مرے یاروں کی زبانیں چپ ہیں
میرے شاہد مرے یاروں کے سوا اور بھی ہیں

سر سلامت ہے تو کیا سنگِ ملامت کی کمی
جان باقی ہے تو پیکانِ قضا اور بھی ہیں

منصفِ شہر کی وحدت پہ نہ حرف آ جائے
لوگ کہتے ہیں کہ اربابِ جفا اور بھی ہیں

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

صدیوں سے انسان یہ سنتا آیا ہے
دکھ کی دھوپ کے آگے سکھ کا سایا ہے

ہم کو ان سستی خوشیوں کا لوبھ نہ دو
ہم نے سوچ سمجھ کر غم اپنایا ہے

جھوٹ تو قاتل ٹھہرا اس کا کیا رونا
سچ نے بھی انساں کا خوں بہایا ہے

پیدائش کے دن سے موت کی زد میں ہیں
اس مقتل میں کون ہمیں لے آیا ہے

اوّل اوّل جس دل نے برباد کیا
آخر آخر وہ دل ہی کام آیا ہے

اتنے دن احسان کیا دیوانوں پر
جتنے دن لوگوں نے ساتھ نبھایا ہے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

بہت کٹھن ہے کوئی صورتِ بیاں نکلے
اگر صدا نہ اُٹھے کم سے کم فغاں نکلے

فقیرِ شہر کے تن پر لباس باقی ہے
امیرِ شہر کے ارماں ابھی کہاں نکلے

حقیقتیں ہیں سلامت تو خواب بہتیرے
ملال یہ ہے کہ کچھ خواب رائیگاں نکلے

اِدھر بھی خاک اُڑی ہے اُدھر بھی خاک اُڑی
جہاں جہاں سے بہاروں کے کارواں نکلے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

محبت ترک کی میں نے گریباں سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش ہو زہر یہ بھی پی لیا میں نے

ابھی زندہ ہوں لیکن سوچتا رہتا ہوں خلوت میں
کہ اب تک کس تمنا کے سہارے جی لیا میں نے

انہیں اپنا نہیں سکتا، مگر اتنا بھی کیا کم ہے
کہ کچھ مُدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے

بس اب تو دامنِ دل چھوڑ دو بے کار اُمیدو!
بہت دکھ سہہ لئے مَیں نے بہت دن جی لیا میں نے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

ہر قدم مرحلۂ دار وصلیب آج بھی ہے
جو کبھی تھا وہی انساں کا نصیب آج بھی ہے

جگمگاتے ہیں افق پر یہ ستارے لیکن
راستہ منزلِ ہستی کا مہیب آج بھی ہے

سرِ مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی پہنچے
سرِ منزل کوئی محتاط خطیب آج بھی ہے

اہلِ دانش نے جسے امرِ مسلّم مانا
اہلِ دل کے لئے وہ بات عجیب آج بھی ہے

یہ تیری یاد ہے یا میری اذیت کوشی
ایک نشتر سا رگِ جاں کے قریب آج بھی ہے

کون جانے یہ ترا شاعرِ آشفتہ مزاج
کتنے مغرور خداؤں کا رقیب آج بھی ہے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

سزا کا حال سنائیں جزا کی بات کریں
خُدا ملا ہو جنہیں وہ خُدا کی بات کریں

انہیں ۔ پتہ بھی چلے اور وہ خفا بھی نہ ہوں
اس احتیاط سے کیا مدّعا کی بات کریں

ہمارے عہد کی تہذیب میں قبا ہی نہیں
اگر قبا ہو تو بندِ قبا کی بات کریں

ہر ایک دور کا مذہب نیا خدا لایا
کریں تو ہم بھی مگر کس خدا کی بات کریں

وفا شعار کئی ہیں، کوئی حسیں بھی تو ہو
چلو پھر آج اسی بے وفا کی بات کریں

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

خود داریوں کے خون کو ارزاں نہ کر سکے
ہم اپنے جوہروں کو نمایاں نہ کر سکے

ہو کر خراب مے ترے غم تو بھلا دیئے
لیکن غمِ حیات کا درماں نہ کر سکے

ٹوٹا طلسمِ عہدِ محبّت کچھ اس طرح
پھر آرزو کی شمع فروزاں نہ کر سکے

ہر شے قریب آ کے کشش اپنی کھو گئی
وہ بھی علاجِ شوقِ گریزاں نہ کر سکے

کس درجہ دل شکن تھے محبّت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے

مایوسیوں نے چھین لئے دل کے ولولے
وہ بھی نشاطِ روح کا ساماں نہ کر سکے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

میں زندہ ہوں یہ مشتہر کیجیے
مرے قاتلوں کو خبر کیجیے

زمیں سخت ہے آسماں دور ہے
بسر ہو سکے تو بسر کیجیے

ستم کے بہت سے ہیں ردِّ عمل
ضروری نہیں چشم تر کیجیے

وہی ظلم بارِ دگر ہے تو پھر
وہی جرم بارِ دگر کیجیے

قفس توڑنا بعد کی بات ہے
ابھی خواہش بال و پر کیجیے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

یہ زمیں جس قدر سجائی گئی
زندگی کی تڑپ بڑھائی گئی

آئینے سے بگڑ کے بیٹھ گئے
جن کی صورت جنہیں دکھائی گئی

دشمنوں ہی سے بیر نبھ جائے
دوستوں سے تو آشنائی گئی

نسل در نسل انتظار رہا
قصر ٹوٹے نہ بے نوائی گئی

زندگی کا نصیب کیا کہیے
ایک سیتا تھی جو ستائی گئی

ہم نہ اوتار تھے نہ پیغمبر
کیوں یہ عظمت ہمیں دلائی گئی

موت پائی صلیب پر ہم نے
عمر بن باس میں بتائی گئی

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

نغمہ جو ہے تو روح میں ہے، نَے میں کچھ نہیں
گر تجھ میں کچھ نہیں تو کسی شے میں کچھ نہیں

تیرے لہُو کی آنچ سے گرمی ہے جسم کی
مَے کے ہزار وصف سہی، مے میں کچھ نہیں

جس میں خلوصِ فکر نہ ہو وہ سخن فضول
جس میں نہ دل شریک ہو، اس لَے میں کچھ نہیں

کشکولِ فن اٹھا کے سُوئے خسرواں نہ جا
اب دستِ اختیارِ جم و کے میں کچھ نہیں

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

نفس کے لوچ میں رم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے
حیات، ساغرِ سم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے

تری نگاہ مرے غم کی پاسدار سہی
مری نگاہ میں غم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے

مری ندیم محبت کی رفعتوں سے نہ گر
بلند بامِ حرم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

یہ اجتناب ہے عکسِ شعورِ محبوبی
یہ احتیاط ستم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

اِدھر بھی ایک اچٹتی نظر کہ دُنیا میں
فروغِ محفلِ جم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے

نئے جہان بسائے ہیں فکرِ آدم نے
اب اس زمیں پہ ارم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

○

# ☆○☆ غزل ☆○☆

جب کبھی ان کی توجہ میں کمی پائی گئی
از سرِ نو داستانِ شوق دہرائی گئی

بک گئے جب تیرے لب پھر تجھ کو کیا شکوہ اگر
زندگانی بادہ و ساغر سے بہلائی گئی

اے غمِ دُنیا! تجھے کیا علم تیرے واسطے
کن بہانوں سے طبیعت راہ پر لائی گئی

ہم کریں ترکِ وفا اچھا چلو یونہی سہی
اور اگر ترکِ وفا سے بھی نہ رسوائی گئی

کیسے کیسے چشم و عارض گردِ غم سے بجھ گئے
کیسے کیسے پیکروں کی شانِ زیبائی گئی

دل کی دھڑکن میں توازن آ چلا ہے خیر ہو
میری نظریں بجھ گئیں یا تیری رعنائی گئی

ان کا غم، ان کا تصور، ان کے شکوے اب کہاں
اب تو یہ باتیں بھی اے دل ہو گئیں آئی گئی

جراُتِ انساں پہ گو تادیب کے پہرے رہے
فطرتِ انساں کو کب زنجیر پہنائی گئی

عرصۂ ہستی میں اب تیشہ زنوں کا دور ہے
رسمِ چنگیزی اٹھی، توقیرِ تاتاری گئی

## ☆○☆ غزل ☆○☆

توڑ لیں گے ہر اک شے سے رشتہ، توڑ دینے کی نوبت تو آئے
ہم قیامت کے خود منتظر ہیں، پر کسی دن قیامت تو آئے

ہم بھی سقراط ہیں عہدِ نو کے، تشنہ لب ہی نہ مر جائیں یارو
زہر ہو یا مئے آتشیں ہو، کوئی جامِ شہادت تو آئے

ایک تہذیب ہے دوستی کی، ایک معیار ہے دشمنی کا
دوستوں نے مروّت نہ سیکھی، دشمنوں کو عداوت تو آئے

رند رستے میں آنکھیں بچھائیں، جو کہے بن سنے مان جائیں
ناصحِ نیک طینت کسی شب، سوئے کوئے ملامت تو آئے

علم و تہذیب، تاریخ و منطق، لوگ سوچیں گے ان مسئلوں پر
زندگی کے مشقت کدے میں کوئی عہدِ فراغت تو آئے

کانپ اٹھیں قصرِ شاہی کے گنبد، تھرتھرائے زمیں معبدوں کی
کوچہ گردوں کی وحشت تو جاگے، غمزدوں کو بغاوت تو آئے

○

## ☆○☆ غزل ☆○☆

طرب زاروں پہ کیا بیتی، صنم خانوں پہ کیا گزری
دلِ زندہ! ترے مرحوم ارمانوں پہ کیا گزری

زمیں نے خون اُگلا آسماں نے آگ برسائی
جب انسانوں کے دل بدلے تو انسانوں پہ کیا گزری

ہمیں یہ فکر ان کی انجمن کس حال میں ہو گی
انہیں یہ غم کہ ان سے چھٹ کے دیوانوں پہ کیا
گزری

مرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے اب تک
مگر اس عالمِ وحشت میں ایمانوں پہ کیا گزری

یہ منظر کون سا منظر ہے پہچانا نہیں جاتا
سیہ خانوں سے کچھ پوچھو شبستانوں پہ کیا گزری

چلو وہ کفر کے گھر سے سلامت آ گئے ہیں
خدا کی مملکت میں سوختہ جانوں پہ کیا گزری

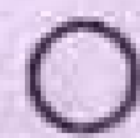
○

# قطعات

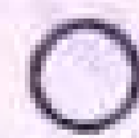
تپتے دل پر یوں گرتی ہے
تیری نظر سے پیار کی شبنم
جلتے ہوئے جنگل پر جیسے
برکھا برسے، رک رک، تھم تھم



جہاں جہاں تری نظروں کی اوس ٹپکی ہے
وہاں وہاں سے ابھی تک غبار اٹھتا ہے
جہاں جہاں ترے جلووں کے پھول بکھرے تھے
وہاں وہاں دلِ وحشی پکار اٹھتا ہے



وجۂ بے رنگیِ گلزار کہوں تو کیا ہو
کون ہے کتنا گنہگار کہوں تو کیا ہو
تم نے جو بات سرِبزم نہ سننا چاہی
میں وہی بات سرِ دار کہوں تو کیا ہو



نہ منہ چھپا کے جئے ہم، نہ سر جھکا کے جئے
ستمگروں کی نظر سے نظر ملا کے جئے
اب ایک رات اگر کم جئے، تو کم ہی سہی
یہی بہت ہے کہ ہم مشعلیں جلا کے جئے



# نظمیں

## آؤ کہ کوئی خواب بُنیں

آؤ کہ کوئی خواب بُنیں' کل کے واسطے
ورنہ یہ رات' آج کے سنگین دور کی
ڈس لے گی جان و دل کو کچھ ایسے' کہ جان و دل
تاعمر پھر نہ کوئی حسیں خواب بن سکیں

گو ہم سے بھاگتی رہی یہ تیز گام عُمر
خوابوں کے آسرے پہ کٹی ہے تمام عُمر

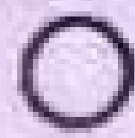
زلفوں کے خواب' ہونٹوں کے خواب اور بدن کے خواب
معراجِ فن کے خواب' کمالِ سخن کے خواب
تہذیبِ زندگی کے' فروغِ وطن کے خواب
زنداں کے خواب' کوچۂ دارورسن کے خواب

یہ خواب ہی تو اپنی جوانی کے پاس تھے
یہ خواب ہی تو اپنے عمل کی اساس تھے
یہ خواب' مر گئے ہیں تو بے رنگ ہے حیات
یوں ہے کہ جیسے دستِ تہہ سنگ ہے حیات

آؤ کہ کوئی خواب بُنیں' کل کے واسطے
ورنہ یہ رات آج کے سنگین دور کی
ڈس لے گی جان و دل کو کچھ ایسے کہ جان و دل
تا عمر پھر نہ کوئی حسیں خواب بن سکیں

وہ جنوں جو آب و آتش کو اسیر کر چکا تھا
وہ خلاء کی وسعتوں سے بھی خراج لے رہا ہے
مرے ساتھ رہنے والو! مرے بعد آنے والو!
مرے دور کا یہ تحفہ تمہیں ساز گار آئے

کبھی تم خلاء سے گزرو کسی سیم تن کی خاطر
کبھی تم کو دل میں رکھ کر کوئی گلعذار آئے



(اسپٹنک کے ایجاد پر)

# شہکار

مصوّر! میں ترا شہکار واپس کرنے آیا ہوں

اب اِن رنگین رخساروں میں تھوڑی زردیاں بھر دے
حجاب آلود نظروں میں ذرا بے باکیاں بھر دے

لبوں کی بھیگی بھیگی سلوٹوں کو مضمحل کر دے
نمایاں رنگ پیشانی پہ عکسِ سوزِ دل کر دے

تبسّم آفریں چہرے میں کچھ سنجیدہ پن بھر دے
جواں سینے کی مخروطی اٹھانیں سرنگوں کر دے

گھنے بالوں کو کم کر دے مگر رخشندگی دے دے
نظر سے تمکنت لے کر مذاقِ عاجزی دے دے

مگر ہاں بنچ کے بدلے اسے صوفے پہ بٹھلا دے
یہاں میری بجائے اک چمکتی کار دکھلا دے

# معذوری

خلوت و جلوت میں تم مجھ سے ملی ہو بار ہا
تم نے کیا دیکھا نہیں ، میں مسکرا سکتا نہیں

میں کہ مایوسی مری فطرت میں داخل ہو چکی
جبر بھی خود پر کروں تو گنگنا سکتا نہیں

مجھ میں کیا دیکھا کہ تم الفت کا دم بھرنے لگیں
میں تو خود اپنے بھی کوئی کام آ سکتا نہیں

روح افزا ہیں جنون عشق کے نغمے مگر
اب میں ان گائے ہوئے گیتوں کو گا سکتا نہیں

میں نے دیکھا ہے شکستِ سازِ الفت کا سماں
اب کسی تحریک پر بربط اٹھا سکتا نہیں

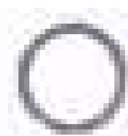
دل تمہاری شدتِ احساس سے واقف تو ہے
اپنے احساسات سے دامن چھڑا سکتا نہیں

تم مری ہو کر بھی بیگانہ ہی پاؤ گی مجھے
میں تمہارا ہو کے بھی تم میں سما سکتا نہیں

گائے ہیں میں نے خلوصِ دل سے بھی الفت کے گیت
اب ریا کاری سے بھی چاہوں تو گا سکتا نہیں

کس طرح تم کو بنا لوں میں شریکِ زندگی
میں تو اپنی زندگی کا بار اٹھا سکتا نہیں؟

یاس کی تاریکیوں میں ڈوب جانے دو مجھے
اب میں شمعِ آرزو کی لو بڑھا سکتا نہیں!



# مجھے سوچنے دے

میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ
اپنی مایوس اُمنگوں کا فسانہ نہ سنا

زندگی تلخ سہی، زہر سہی، سم ہی سہی
درد و آزار سہی، جبر سہی، غم ہی سہی

لیکن اس درد و غم و جبر کی وسعت کو تو دیکھ
ظلم کی چھاؤں میں دم توڑتی خلقت کو تو دیکھ

اپنی مایوس اُمنگوں کا فسانہ نہ سنا
میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ

جلسہ گاہوں میں یہ دہشت زدہ سہمے انبوہ
راہگذاروں پہ فلاکت زدہ لوگوں کے گروہ

بھوک اور پیاس سے پژمُردہ سیہ فام زمیں
تیرہ و تار مکاں، مفلس و بیمار مکیں

نوع انساں میں یہ سرمایہ و محنت کا تضاد
امن و تہذیب کے پرچم تلے قوموں کا فساد

ہر طرف آتش و آہن کا یہ سیلابِ عظیم
نت نئے طرز پہ ہوتی ہوئی دُنیا تقسیم

لہلہاتے ہوئے کھیتوں پہ جوانی کا سماں
اور دہقان کے چھپّر میں نہ بتی نہ دھواں

یہ فلک بوس ملیں دلکش و سیمیں بازار
یہ غلاظت پہ جھپٹتے ہوئے بھوکے بازار

دُور ساحل پہ وہ شفاف مکانوں کی قطار
سرسراتے ہوئے پردوں میں سمٹتے گلزار

دَر و دیوار پہ انوار کا سیلاب رواں
جیسے ایک شاعرِ مدہوش کے خوابوں کا جہاں

یہ سبھی کیوں ہے یہ کیا ہے مجھے کچھ سوچنے دے
کون انساں کا خدا ہے، مجھے کچھ سوچنے دے

اپنی مایوس اُمنگوں کا فسانہ نہ سُنا
میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ

# چکلے

یہ کوچے یہ نیلام گھر دلکشی کے
یہ لٹتے ہوئے کارواں زندگی کے
کہاں ہیں کہاں محافظ خودی کے
ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

یہ پُر پیچ گلیاں یہ بے خواب بازار
یہ گمنام راہی یہ سکّوں کی جھنکار
یہ عظمت کے سودے یہ سودوں پر تکرار
ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

تعفُن سے پُر نیم روشن یہ گلیاں
یہ مسلی ہوئی اَدھ کھلی زرد کلیاں
یہ بکتی ہوئی کھوکھلی رنگ رلیاں
ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

وُہ اُجلے دریچوں میں پائل کی چھَن چھَن
تنفس کی الجھن پہ طبلے کی دھَن دھَن
یہ بے روح کمروں میں کھانسی کی ٹھَن ٹھَن
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

یہ گُونجے ہوئے قہقہے راستوں پر
یہ چاروں طرف بھیڑ سی کھڑکیوں پر
یہ آوازے کھنچتے ہوئے آنچلوں پر
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

یہ پھولوں کے گجرے یہ پیکوں کے چھینٹے
یہ بیباک نظریں یہ گستاخ فقرے
یہ ڈھلکے بدن اور یہ مدقوق چہرے
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

یہاں پیر بھی آ چکے ہیں جواں بھی
تنومند بیٹے بھی، ابا میاں بھی
یہ بیوی بھی ہے اور بہن بھی ہے ماں بھی
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

مدد چاہتی ہے یہ حوّا کی بیٹی
یشودھا کی ہم جنس رادھا کی بیٹی
پیمبر کی امت، زُلیخا کی بیٹی
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

ذرا ملک کے رہبروں کو بلاؤ
یہ گلیاں، یہ کوچے، یہ منظر دکھاؤ
ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کو لاؤ
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

○

# تاج محل

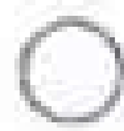
تاج تیرے لئے اک مظہرِ اُلفت ہی سہی
تجھ کو اس وادیٔ رنگیں سے عقیدت ہی سہی
میری محبوب کہیں اور ملا کر مجھ سے

بزمِ شاہی میں غریبوں کا گزر کیا معنی
ثبت جس راہ میں ہوں سطوتِ شاہی کے نشاں
اس پہ اُلفت بھری روحوں کا سفر کیا معنی
میری محبوب پسِ پردہ تشہیر وفاء
تو نے سطوت کے نشانوں کو تو دیکھا ہوتا
مُردہ شاہوں کے مقابر سے بہلنے والی
اپنے تاریک مکانوں کو تو دیکھا ہوتا
ان گنت لوگوں نے دُنیا میں محبت کی ہے
کون کہتا ہے کہ صادق نہ تھے جذبے ان کے
لیکن اُن کے لئے تشہیر کا سامان نہیں
کیونکہ وہ لوگ بھی اپنی ہی طرح مفلس تھے
یہ عمارت و مقابر یہ فصیلیں یہ حصار
مُطلق • الحکم شہنشاہوں کی عظمت کے ستوں

سینۂ دھر کے ناسور ہیں کہنہ ناسور
جذب ہے ان میں ترے مرے اجداد کا خوں

میری محبوب! انہیں بھی تو محبت ہو گی!
جن کی صناعی نے بخشی ہے اسے شکلِ جمیل
ان کے پیاروں کے مقابر رہے بے نام و نمود
آج تک ان پہ جلائی نہ کسی نے قندیل
یہ چمن زار یہ جمنا کا کنارہ' یہ محل
یہ منقش در و دیوار یہ محراب یہ طاق
اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

میری محبوب! کہیں اور ملا کر مجھ سے



# فن کار

میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے
آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں

آج دکان پہ نیلام اٹھے گا ان کا!
تو نے جن گیتوں پہ رکھی تھی محبت کی اساس
آج چاندی کے ترازو میں تُلے گی ہر چیز
میرے افکار' مری شاعری' میرا احساس

جو تری ذات سے منسوب تھے ان گیتوں کو
مفلسی جنس بنانے پر اتر آئی ہے
بھوک تیرے رُخِ رنگیں کے فسانوں کے عوض
چند اشیائے ضرورت کی تمنائی ہے

دیکھ اس عرصہ گہہ محنت و سرمایہ میں
میرے نغمے بھی مرے پاس نہیں رہ سکتے
تیرے جلوے کسی زردار کی میراث سہی
تیرے خاکے بھی مرے پاس نہیں رہ سکتے

آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں
میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے

○

# کبھی کبھی

کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے

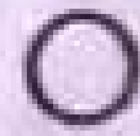
کہ زندگی تری زلفوں کی نرم چھاؤں میں
گزرنے پاتی تو شاداب ہو بھی سکتی تھی
یہ تیرگی جو مری زیست کا مقدر ہے
تری نظر کی شعاعوں میں کھو بھی سکتی تھی
عجب نہ تھا کہ میں بے گانۂ الم ہو کر
ترے جمال کی رعنائیوں میں کھو رہتا
ترا گداز بدن، تیری نیم باز آنکھیں
انہی حسین فسانوں میں محو ہو رہتا
پکارتیں مجھے جب تلخیاں زمانے کی
ترے لبوں سے حلاوت کے گھونٹ پی لیتا
حیات چیختی پھرتی برہنہ سر اور میں
گھنیری زلفوں کے سایہ میں چھپ کے جی لیتا

مگر یہ نہ ہو سکا اور اب یہ عالم ہے
کہ تو نہیں ترا غم، تری جستجو بھی نہیں
گزر رہی ہے کچھ اس طرح زندگی جیسے
اسے کسی کے سہارے کی آرزو بھی نہیں

زمانے بھر کے دکھوں کو لگا چکا ہوں گلے
گزر رہا ہوں کچھ انجانی راہگزاروں سے
مہیب سائے مری سمت بڑھتے آتے ہیں
حیات و موت کے پرہول خارزاروں سے

نہ کوئی جادۂ منزل نہ روشنی کا سراغ
بھٹک رہی ہے خلاؤں میں زندگی میری
انہی خلاؤں میں رہ جاؤں گا کبھی کھو کر
میں جانتا ہوں مری ہم نفس مگر یونہی

کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے



# یہ کس کا لہو ہے

(جہازیوں کی بغاوت ۱۹۴۶ء)

اے رہبرِ ملک و قوم ذرا
آنکھیں تو اٹھا نظریں تو ملا
کچھ ہم بھی سنیں، ہم کو بھی بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
دھرتی کی سلگتی چھاتی کے بے چین شرارے پوچھتے ہیں
تم لوگ جنہیں اپنا نہ سکے وہ خون کے دھارے پوچھتے ہیں
سڑکوں کی زباں چلاتی ہے، ساگر کے کنارے پوچھتے ہیں
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
وہ کون سا جذبہ تھا جس سے فرسودہ نظامِ زیست ملا!
جھلسے ہوئے ویراں گلشن میں اک آس امید کا پھول کھلا
جنتا کا لہو فوجوں سے ملا، فوجوں کا لہو جنتا سے ملا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
کیا قوم وطن کی جے گا کر، مرتے ہوئے راہی غنڈے تھے
جو دیش کا پرچم لے کے اٹھے، وہ شوخ سپاہی غنڈے تھے
جو بارِ غلامی سہہ نہ سکے، وہ مجرم شاہی غنڈے تھے
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا

اے عزمِ فنا دینے والو! پیغامِ بقا دینے والو!
اب آگ سے کیوں کتراتے ہو؟ شعلوں کو ہوا دینے والو
طوفان سے اب ڈرتے کیوں ہو؟ موجوں کو صدا دینے والو
کیا بھول گئے اپنا نعرہ
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
سمجھوتے کی اُمید سہی، سرکار کے وعدے ٹھیک سہی
ہاں مشقِ ستم افسانہ سہی، ہاں پیار کے وعدے ٹھیک سہی
اپنوں کے کلیجے مت چھیدو اغیار کے وعدے ٹھیک سہی
جمہور سے یوں دامن نہ چھڑا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
ہم ٹھان چکے ہیں اب جی میں ہر ظالم سے ٹکرائیں گے
تم سمجھوتے کی آس رکھو، ہم آگے بڑھتے جائیں گے
ہر منزلِ آزادی کی قسم، ہر منزل پہ دہرائیں گے
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا

○

# متاعِ غیر

میرے خوابوں کے جھروکوں کو سجانے والی
تیرے خوابوں میں کہیں میرا گزر ہے کہ نہیں
پوچھ کر اپنی نگاہوں سے بتا دے مجھ کو
میری راتوں کے مقدر میں سحر ہے کہ نہیں

چار دن کی یہ رفاقت' جو رفاقت بھی نہیں
عمر بھر کے لئے آزار ہوئی جاتی ہے
زندگی یوں تو ہمیشہ سے پریشان سی تھی
اب تو ہر سانس گراں بار ہوئی جاتی ہے

میری اُجڑی ہوئی نیندوں کے شبستانوں میں
تو کسی خواب کے پیکر کی طرح آئی ہے
کبھی اپنی سی' کبھی غیر نظر آئی ہے
کبھی اخلاص کی مُورت کبھی ہر جائی ہے

پیار پر بس تو نہیں ہے مرا لیکن پھر بھی!
تو بتا دے کہ تجھے پیار کروں یا نہ کروں
تو نے خود اپنے تبسم سے جگایا ہے جنہیں
ان تمناؤں کا اظہار کروں یا نہ کروں

تو کسی اور کے دامن کی کلی ہے لیکن!
میری راتیں تری خوشبو سے بسی رہتی ہیں
تو کہیں بھی ہو ترے پھُول سے عارض کی قسم
تیری پلکیں' مری آنکھوں پہ جھکی رہتی ہیں

تیرے ہاتھوں کی حرارت ترے سانسوں کی مہک
تیرتی رہتی ہے احساس کی پہنائی میں
ڈھونڈتی رہتی ہیں تخیل کی باہیں تجھ کو
سرد راتوں کی سلگتی ہوئی تنہائی میں

تیرا اندازِ کرم ایک حقیقت ہے مگر!
یہ حقیقت بھی حقیقت میں فسانہ ہی نہ ہو
تری مانوس نگاہوں کا یہ محتاط پیام
دل کے خوں کرنے کا اک اور بہانہ ہی نہ ہو

کون جانے مرے امروز کا فردا کیا ہے
قربتیں بڑھ کے پشیمان بھی ہو جاتی ہیں
دل کے دامن سے لپٹی ہوئی رنگیں نظریں
دیکھتے دیکھتے انجان بھی ہو جاتی ہیں

میری درماندہ جوانی کی تمناؤں کے
مضمحل خواب کی تعبیر بتا دے مجھ کو
تیرے دامن میں گلستان بھی ہیں ویرانے بھی
میرا حاصل، مری تقدیر بتا دے مجھ کو

○

# آواز آدم

دبے گی کب تلک آوازِ آدم ہم بھی دیکھیں گے
رکیں گے کب تلک جذباتِ برہم ہم بھی دیکھیں گے

چلو یوں یہ سہی یہ جورِ پیہم، ہم بھی دیکھیں گے
درِ زنداں سے دیکھیں، یا عروجِ دار سے دیکھیں
تمھیں رسوا سرِ بازارِ عالم، ہم بھی دیکھیں گے

ذرا دم لو مآلِ شوکتِ جم، ہم بھی دیکھیں گے
بہ زعمِ قوت فولاد و آہن، دیکھ لو تم بھی
بہ فیض جذبہ ایمانِ محکم، ہم بھی دیکھیں گے

جبینِ کج کلاہی خاک پر خم، ہم بھی دیکھیں گے
مکافاتِ عمل، تاریخ کہنہ کی روایت ہے
کرو گے کب تلک ناوک فراہم، ہم بھی دیکھیں گے

کہاں تک ہے تمھارے ظلم میں دم، ہم بھی دیکھیں گے
یہ ہنگام وداعِ شب ہے، اے ظلمت کے فرزندو
سحر کے دوش پر گلنار پرچم، ہم بھی دیکھیں گے

تمھیں بھی دیکھنا ہو گا یہ عالم، ہم بھی دیکھیں گے

# میں نہیں تو کیا

مرے لئے یہ تکلیف، یہ دُکھ، یہ حسرت کیوں
مری نگاہِ طلب، آخری نگاہ نہ تھی
حیاتِ زار جہاں کی طویل راہوں میں
ہزار دیدہ حیراں فسوں بکھیریں گے
ہزار چشم تمنا بنے گی دست سوال
نکل کے خلوت غم سے نظر اٹھاؤ تو
وہی شفق ہے، وہی ضَو ہے، میں نہیں تو کیا؟
مرے بغیر بھی تم کامیاب عشرت تھیں
مرے بغیر بھی آباد تھے نشاط کدے
مرے بغیر بھی تم نے دیئے جلائے ہیں
مرے بغیر بھی دیکھا ہے ظلمتوں کا نزول
مرے نہ ہونے سے اُمید کا زیاں کیوں ہو
بڑھی چلو مئے عشرت کے جام چھلکاتی
تمہاری سیج، تمہارے بدن کے پھولوں پر
اسی بہار کا پرتو ہے میں نہیں تو کیا؟
مرے لئے یہ اُداسی، یہ سوگ کیوں آخر
ملیح چہرے پہ گردِ فسردگی کیسی
بہارِ غازہ سے عارض کو تازگی بخشو!
علیل آنکھوں میں کاجل لگاؤ رنگ بھرو
سیاہ جوڑے میں کلیوں کی کہکشاں گوندھو
ہزار ہانپتے سینے ہزار کانپتے لب
تمہاری چشمِ توجہ کے منتظر ہیں ابھی
جلو میں نغمہ و رنگ و بہار و نور لئے
حیات گرمِ تگ و دو ہے، میں نہیں تو کیا؟

# خودکشی سے پہلے

اُف یہ بے درد سیاہی یہ ہوا کے جھونکے
کس کو معلوم ہے اس شب کی سحر ہو کہ نہ ہو
اک نظر تیرے دریچے کی طرف دیکھ تو لوں
ڈوبتی آنکھوں میں پھر تابِ نظر ہو کہ نہ ہو

ابھی روشن ہیں ترے گرم شبستان کے دیے
نیلگوں پردوں سے چھنتی ہیں شعاعیں ابتک
اجنبی بانہوں کے حلقے میں لچکتی ہوں گی!
تیرے مہکے ہوئے بالوں کی روائیں ابتک
سرد ہوتی ہوئی بتی کے دھوئیں کے ہمراہ
ہاتھ پھیلائے بڑھے آتے ہیں بوجھل سائے
کون پونچھے مری آنکھوں کے سلگتے آنسو
کون اُلجھے ہوئے بالوں کی گرہ سلجھائے
آہ یہ غارِ ہلاکت' یہ دیے کا محبس!!!
عمر اپنی انہی تاریک مکانوں میں کٹی!
زندگی فطرتِ بے حس کی پرانی تقصیر
ایک حقیقت تھی مگر چند فسانوں میں کٹی
کتنی آسائشیں ہنستی رہیں ایوانوں میں
کتنے در میری جوانی پہ سدا بند رہے
کتنے ہاتھوں میں بنا اطلس و کمخواب مگر
میرے ملبوس کی تقدیر میں پیوند رہے

ظلم سہتے ہوئے انسانوں کے اس مقتل میں
کوئی فردا کے تصور سے کہاں تک بہلے
عمر بھر رینگتے رہنے کی سزا ہے جینا
ایک دو دن کی اذیت ہو تو کوئی سہہ لے

وہی ظلمت ہے فضاؤں پہ ابھی تک طاری
جانے کب ختم ہو انساں کے لہو کی تقطیر
جانے کب نکھرے سیہ پوش فضا کا جوبن
جانے کب جاگے ستم خوردہ بشر کی تقدیر

ابھی رُوشن ہیں تیرے گرم شبستاں کے دیے
آج میں موت کے غاروں میں اتر جاؤں گا
اور دم توڑتی بتی کے دھوئیں کے ہمراہ
سرحدِ مرگِ مسلسل سے گزر جاؤں گا

# کل اور آج

کل بھی بوندیں برسی تھیں
کل بھی بادل چھائے تھے
- - - - اور کوی نے سوچا تھا

بادل یہ آکاش کے سپنے ان زُلفوں کے سائے ہیں
دوش ہوا پر مے خانے ہی مے خانے گھر آئے ہیں
رُت بدلے گی پھول کھلیں گے جھونکے مدھ برسائینگے
اُجلے اُجلے کھیتوں میں رنگین آنچل لہرائیں گے
چرواہے بنسی کی دھن سے گیت فضا میں بوئیں گے
آموں کے جھنڈوں کے نیچے پردیسی دل کھوئیں گے
پینگ بڑھاتی گوری کے ماتھے سے کوندے لپکیں گے
جوہڑ کے ٹھہرے پانی میں تارے آنکھیں جھپکیں گے
اُلجھی اُلجھی راہوں میں وہ آنچل تھامے آئیں گے
دھرتی، پھول، آکاش، ستارے سپنا سا بن جائیں گے

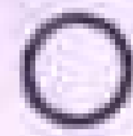
کل بھی بوندیں برسی تھیں
کل بھی بادل چھائے تھے
- - - اور کوی نے سوچا تھا

(2)

آج بھی بوندیں برسیں گی
آج بھی بادل چھائے ہیں
-- اور کوی اس سوچ میں ہے

بستی پر بادل چھائے ہیں پر یہ بستی کس کی ہے
دھرتی پر امرت برسے گا لیکن دھرتی کس کی ہے
ہل جوتے گی کھیتوں میں الھڑ ٹولی دہقانوں کی
دھرتی سے پھوٹے گی محنت فاقہ کش انسانوں کی
فصلیں کاٹ کے محنت کش غلے کے ڈھیر لگائیں گے
جاگیروں کے مالک آکر سب پونجی لے جائیں گے
بوڑھے دہقانوں کے گھر، بنیے کی قرقی آئے گی
اور قرضے کے سود میں کوئی گوری بیچی جائے گی
آج بھی جنتا بھوکی ہے کل بھی جنتا ترسی تھی
آج بھی رم جھم برکھا ہوگی کل بھی بارش برسی تھی

آج بھی بادل چھائے ہیں
آج بھی بوندیں برسیں گی
---- اور کوی اس سوچ میں ہے



# ہراس

تیرے ہونٹوں پہ تبسّم کی وہ ہلکی سی لکیر
میرے تخیل میں رہ رہ کے جھلک اٹھتی ہے
یوں اچانک ترے عارض کا خیال آتا ہے
جیسے ظلمت میں کوئی شمع بھڑک اٹھتی ہے

تیرے پیراہن رنگیں کی جنوں خیز مہک
خواب بن بن کے مرے ذہن میں لہراتی ہے
رات کی سرد خموشی میں ہر ایک جھونکے سے
تیرے انفاس، تیرے جسم کی آنچ آتی ہے

میں سُلگتے ہوئے رازوں کو عیاں تو کردوں
لیکن ان رازوں کی تشہیر سے جی ڈرتا ہے
رات کے خواب اجالے میں بیاں تو کردوں
ان حسیں خوابوں کی تعبیر سے جی ڈرتا ہے

تیری سانسوں کی تھکن تیری نگاہوں کا سکوت
درحقیقت کوئی رنگین شرارت ہی نہ ہو
میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسّم وہ تکلم تری عادت ہی نہ ہو

سوچتا ہوں کہ تجھے مل کے میں جس سوچ میں ہوں
پہلے اس سوچ کا مفہوم سمجھ لوں تو کہوں
میں ترے شہر میں انجان ہوں پردیسی ہوں
تیرے الطاف کا مفہوم سمجھ لوں تو کہوں

کہیں ایسا نہ ہو پاؤں مرے تھرا جائیں
اور تری مرمریں بانہوں کا سہارا نہ ملے
اشک بہتے رہیں خاموش سیہ راتوں میں
اور ترے ریشمی آنچل کا کنارا نہ ملے!

## اسی دوراہے پر

اب نہ ان اونچے مکانوں میں قدم رکھوں گا
میں نے اک بار یہ پہلے بھی قسم کھائی تھی
اپنی نادار محبت کی شکستوں کے طفیل
زندگی پہلے بھی شرمائی تھی جھنجلائی تھی

اور یہ عہد کیا تھا کہ بہ ایں حال تباہ
اب کبھی پیار بھرے گیت نہیں گاؤں گا
کسی چلمن نے پکارا بھی تو بڑھ جاؤں گا
کوئی دروازہ کھلا بھی تو پلٹ آؤں گا

پھر ترے کانپتے ہونٹوں کی فسوں کار ہنسی
جال بُننے لگی، بُنتی رہی، بُنتی ہی رہی
میں کھنچا تجھ سے، مگر تو مری راہوں کیلئے
پھول چنتی رہی، چنتی رہی، چنتی ہی رہی

برف برسائی مرے ذہن و تصور نے مگر
دل میں اک شعلۂ بے نام سا لہرا ہی گیا
تیری چپ چاپ نگاہوں کو سلگتے پاکر
میری بیزار طبیعت کو بھی پیار آ ہی گیا

اپنی بدلی ہوئی نظروں کے تقاضے نہ چھپا
میں اس انداز کا مفہوم سمجھ سکتا ہوں
تیرے زرکار دریچوں کی بلندی کی قسم
اپنے اقدام کا مقسوم سمجھ سکتا ہوں

اب نہ ان اونچے مکانوں میں قدم رکھوں گا
میں نے اک بار یہ پہلے بھی قسم کھائی تھی
اسی سرمایہ و افلاس کے دو راہے پر
زندگی پہلے بھی شرمائی تھی جھنجلائی تھی

مجھے معلوم ہے انجام روداد محبت کا
مگر کچھ اور تھوڑی دیر سعیٔ رایگاں کرلوں

# ایک تصویرِ رنگ

میں نے جس وقت تجھے پہلے پہل دیکھا تھا
تو جوانی کا کوئی خواب نظر آئی تھی
حُسن کا نغمۂ جاوید ہوئی تھی معلوم
عشق کا جذبۂ بے تاب نظر آئی تھی

اے طرب زارِ جوانی کی پریشاں تتلی
تو بھی اک بوئے گرفتار ہے معلوم نہ تھا
تیرے جلوؤں میں بہاریں نظر آتی تھیں مجھے
تو ستم خوردۂ ادبار ہے معلوم نہ تھا

تیرے نازک سے پروں پر یہ زرد سیم کا بوجھ
تیری پرواز کو آزاد نہ ہونے دے گا
تونے راحت کی تمنا میں جو غم پالا ہے
وہ تری روح کو آباد نہ ہونے دے گا

تونے سرمائے کی چھاؤں میں پنپنے کیلئے
اپنے دل' اپنی محبت کا لہو بیچا ہے
دن کی تزئین فسردہ کا اثاثہ لے کر
شوخ راتوں کی مسرت کا لہو بیچا ہے

زخم خوردہ ہیں تخیل کی اُڑانیں تیری
تیرے گیتوں میں تری روح کے غم پلتے ہیں
سرگیں آنکھوں میں یوں حسرتیں لو دیتی ہیں
جیسے ویران مزاروں پہ دیئے جلتے ہیں
اس سے کیا فائدہ؟ رنگین لبادوں کے تلے
رُوح جلتی رہے گھلتی رہے، پژمردہ رہے
ہونٹ ہنستے ہوں دکھاوے کے تبسم کیلئے
دل غمِ زیست سے بوجھل رہے، آزردہ رہے

دل کی تسکین بھی ہے آسائش ہستی کی دلیل
زندگی صرف زرد سیم کا پیمانہ نہیں
زیست احساس بھی ہے، شوق بھی ہے درد بھی ہے
صرف انفاس کی ترتیب کا افسانہ نہیں
عمر بھر رینگتے رہنے سے کہیں بہتر ہے
ایک لمحہ جو تری روح میں وسعت بھردے
ایک لمحہ جو ترے گیت کو شوخی دے دے
ایک لمحہ جو تری لے میں مسرت بھردے

# سوچتا ہوں

سوچتا ہوں کہ محبت سے کنارا کرلوں
دل کو بیگانۂ ترغیب و تمنا کرلوں
سوچتا ہوں کہ محبت ہے جنُونِ رسوا
چند بیکار سے بیہودہ خیالوں کا ہجوم
ایک آزاد کو پابند بنانے کی ہوس
ایک بیگانے کو اپنانے کی سعئی موہوم
سوچتا ہوں کہ محبت ہے سرور و مستی
اس کی تنویر سے روشن ہے فضائے ہستی
سوچتا ہوں کہ محبت ہے بشر کی فطرت
اس کا مٹ جانا مٹا دینا بہت مشکل ہے
سوچتا ہوں کہ محبت سے ہے تابندہ حیات
اب یہ شمع بجھادینا بہت مشکل ہے
سوچتا ہوں کہ محبت پہ کڑی شرطیں ہیں
اس تمدن میں مسرت پہ کڑی شرطیں ہیں
سوچتا ہوں کہ محبت ہے ایک افسردہ سی لاش
چادر عزت و ناموس میں کفنائی ہوئی
دورِ سرمایہ کی روندی ہوئی رسوا ہستی
درگہٗ مذہب و اخلاق سے ٹھکرائی ہوئی

سوچتا ہوں کہ بشر اور محبت کا جُنوں
ایسے بوسیدہ تمدن میں ہے اک کارِ زبوں
سوچتا ہوں کہ محبت نہ بچے گی زندہ
پیش ازاں وقت کہ سڑ جائے یہ گلتی ہوئی لاش
یہی بہتر ہے کہ بیگانۂ الفت ہوکر
اپنے سینے میں کروں جذبۂ نفرت کی تلاش

سوچتا ہوں کہ محبت سے کنارا کرلوں
دل کو بیگانۂ ترغیب و تمنا کرلوں

# ناکامی

میں نے ہرچند غمِ عشق کو کھونا چاہا
غمِ الفت غمِ دنیا میں سمونا چاہا

وہی افسانے مری سمت رواں ہیں ابتک
وہ شعلے مرے سینے میں نہاں ہیں ابتک
وہی بے سود خلش ہے مرے سینے میں ہنوز
وہی بے کار تمنائیں جواں ہیں اب تک
وہی گیسو مری راتوں پہ ہیں بکھرے بکھرے
وہی آنکھیں مری جانب نگراں ہیں اب تک
کثرتِ غم بھی مرے غم کا مداوا نہ ہوئی!
میرے بے چین خیالوں کو سکوں مل نہ سکا
دل نے دُنیا کے ہر اک درد کو اپنا تو لیا
مضمحل روح کو اندازِ جنوں مل نہ سکا
میرے تخیل کا شیرازہ برہم ہے وہی
میرے بُجھتے ہوئے احساس کا عالم ہے وہی
وہی بے جاں ارادے وہی بے رنگ سوال
وہی بے روح کشاکش وہی بے چین خیال

آہ اس کشمکشِ صبح و شام کا انجام
میں بھی ناکام مری سعیٔ عمل بھی ناکام

# پرچھائیاں

## (ایک طویل نظم)

جوان رات کے سینے پہ دودھیا آنچل
مچل رہا ہے کسی خوابِ مرمریں کی طرح
حسیں پھول، حسیں پتیاں، حسیں شاخیں
لچک رہی ہیں کسی جسمِ نازنین کی طرح
فضا میں گھل سے گئے ہیں اُفق کے نرم خطوط
زمیں حسین ہے، خوابوں کی سرزمیں کی طرح
تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
کبھی گمان کی صورت، کبھی یقیں کی طرح

وہ پیڑ جن کے تلے ہم پناہ لیتے تھے
کھڑے ہیں آج بھی ساکت کسی امیں کی طرح

انہیں کے سائے میں پھر آج دو دھڑکتے دل
خموش ہونٹوں سے کچھ کہنے سننے آئے ہیں
نہ جانے کتنی کشاکش سے کتنی کاوش سے
یہ سوتے جاگتے لمحے چرا کے لائے ہیں

یہی فضا تھی، یہی رُت، یہی زمانہ تھا
یہیں سے ہم نے محبت کی ابتدا کی تھی
دھڑکتے دل سے، لرزتی ہوئی نگاہوں سے
حضورِ غیب میں ننھی سی التجا کی تھی

کہ آرزو کے کنول کھل کے پھول ہو جائیں
دل و نظر کی دعائیں قبول ہو جائیں

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

تم آ رہی ہو زمانے کی آنکھ سے بچ کر
نظر جھکائے ہوئے اور بدن چرائے ہوئے
خود اپنے قدموں کی آہٹ سے جھینپتی ڈرتی
خود اپنے سائے کی جنبش سے خوف کھائے ہوئے

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

رواں ہے چھوٹی سی کشتی ہواؤں کے رُخ پر
ندی کے ساز پہ ملاح گیت گاتا ہے
تمہارا جسم ہر اک لہر کے جھکولے سے
مری کھلی ہوئی باہوں میں جھول جاتا ہے

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

میں پھول ٹانک رہا ہوں تمہارے جوڑے میں
تمہاری آنکھ مسرت سے جھکتی جاتی ہے
نہ جانے آج میں کیا بات کہنے والا ہوں
زبان خشک ہے، آواز رُکتی جاتی ہے

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

مرے گلے میں تمہاری گداز باہیں ہیں
تمہارے ہونٹوں پہ میرے لبوں کے سائے ہیں
مجھے یقین، کہ ہم اب کبھی نہ بچھڑیں گے
تمہیں گمان کہ ہم مل کے بھی پرائے ہیں

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

مرے پلنگ پہ بکھری ہوئی کتابوں کو
ادائے عجز و کرم سے اٹھا رہی ہو تم
سُہاگ رات جو ڈھولک پہ گائے جاتے ہیں
دبے سروں میں وہی گیت گا رہی ہو تم

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

وہ لمحے کتنے دلکش تھے، وہ گھڑیاں کتنی پیاری تھیں
وہ سہرے کتنے نازک تھے، وہ لڑیاں کتنی پیاری تھیں
بستی کی ہر اک شاداب گلی، خوابوں کا جزیرہ تھی گویا
ہر مَوجِ نفس، ہر مَوجِ صبا، نغموں کا ذخیرہ تھی گویا

ناگاہ لہکتے کھیتوں سے، ٹاپوں کی صدائیں آنے لگیں
بارُود کی بوجھل بو لے کر، پچھم سے ہوائیں آنے لگیں
تعمیر کے روشن چہرے پر تخریب کا بادل پھیل گیا
ہر گاؤں میں وحشت ناچ اٹھی، ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

مغرب کے مہذب ملکوں سے کچھ خاکی وردی پوش آئے
اِٹھلاتے ہوئے مغرور آئے لہراتے ہوئے مدہوش آئے

خاموش زمیں کے سینے میں، خیموں کی طنابیں گڑنے لگیں
مکھن سی ملائم راہوں پر، بُوٹوں کی خراشیں پڑنے لگیں

فوجوں کے بھیانک بینڈ تلے، چرخوں کی صدائیں ڈوب گئیں
جیپوں کی سُلگتی دھول تلے، پھولوں کی قبائیں ڈوب گئیں

انسان کی قیمت گرنے لگی، اجناس کے بھاؤ چڑھنے لگے
چوپال کی رونق گھٹنے لگی، بھرتی کے دفاتر بڑھنے لگے
بستی کے سجیلے شوخ جواں، بن بن کے سپاہی جانے لگے
جس راہ سے کم ہی لوٹ سکے، اس راہ پر راہی جانے لگے

ان جانے والے دستوں میں غیرت بھی گئی، برنائی بھی
ماؤں کے جواں بیٹے بھی گئے، بہنوں کے چہیتے بھائی بھی

بستی پہ اداسی چھانے لگی، میلوں کی بہاریں ختم ہوئیں
آموں کی لچکتی شاخوں سے جھُولوں کی قطاریں ختم ہوئیں
دُھول اڑنے لگی بازاروں میں بھوک اگنے لگی کھلیانوں میں
ہر چیز دکانوں سے اٹھ کر، روپوش ہوتی تہہ خانوں میں

بدحال گھروں کی بدحالی، بڑھتے بڑھتے جنجال بنی
مہنگائی بڑھ کر کال بنی، ساری بستی کنگال بنی
چرواہیاں رستہ بھُول گئیں، پنہاریاں پنگھٹ چھوڑ گئیں
کتنی ہی کنواری ابلائیں، ماں باپ کی چوکھٹ چھوڑ گئیں

افلاس زدہ دہقانوں کے، ہل بیل بکے، کھلیان بکے
جینے کی تمنا کے ہاتھوں، جینے کے سب سامان بکے

کچھ بھی نہ رہا جب بکنے کو جسموں کی تجارت ہونے لگی
خلوت میں بھی جو ممنوع تھی وہ جلوت میں جسارت ہونے لگی

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

تم آ رہی ہو سرِ عام بال بکھرائے
ہزار گونہ ملامت کا بار اٹھائے ہوئے
ہوس پرست نگاہوں کی چیرہ دستی سے
بدن کی جھینپتی عُریانیاں چھپائے ہوئے

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

میں شہر جا کے ہر اک در پہ جھانک آیا ہوں
کسی جگہ مری محنت کا مول مل نہ سکا
ستمگروں کے سیاسی قمار خانے میں
الم نصیب فراست کا مول مل نہ سکا

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

تمہارے گھر میں قیامت کا شور برپا ہے
محاذِ جنگ سے ہرکارہ "تار" لایا ہے
کہ جس کا ذکر تمہیں زندگی سے پیارا تھا
وہ بھائی "نرغۂ دشمن" میں کام آیا ہے

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

ہر ایک گام پہ بدنامیوں کا جمگھٹ ہے
ہر ایک موڑ پہ رُسوائیوں کے میلے ہیں
نہ دوستی، نہ تکلف، نہ دلبری، نہ خلوص
کسی کا کوئی نہیں، آج سب اکیلے ہیں

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

وہ رہگذر جو مرے دل کی طرح سُونی ہے
نہ جانے تم کو کہاں لے کے جانے والی ہے
تمہیں خرید رہے ہیں ضمیر کے قاتل
افق پہ خون تمنائے دل کی لالی ہے

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

سورج کے لہُو میں لتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سُنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے

اس شام مجھے معلوم ہوا کھیتوں کی طرح اس دُنیا میں
سہمی ہوئی دوشیزاؤں کی مسکان بھی بیچی جاتی ہے
اس شام مجھے معلوم ہوا، اس کارگہِ زرداری میں
دو بھولی بھالی رُوحوں کی پہچان بھی بیچی جاتی ہے

اس شام مجھے معلوم ہوا جب باپ کی کھیتی چھن جائے
ممتا کے سنہرے خوابوں کی انمول نشانی بکتی ہے
اس شام مجھے معلوم ہوا، جب بھائی جنگ میں کام آئیں
سرمائے کے قحبہ خانے میں بہنوں کی جوانی بکتی ہے

سورج کے لہو میں لتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے

تم آج ہزاروں میل یہاں سے دُور کہیں تنہائی میں
یا بزمِ طرب آرائی میں
میرے سپنے بُنتی ہو گی، بیٹھی آغوش پرائی میں

اور میں سینے میں غم لے کر دن رات مشقت کرتا ہوں
جینے کی خاطر مرتا ہوں
اپنے فن کو رُسوا کر کے اغیار کا دامن بھرتا ہوں

مجبور ہوں مَیں، مجبور ہو تم، مجبور یہ دُنیا ساری ہے
تن کا دکھ مَن پر بھاری ہے
اس دور میں جینے کی قیمت، یا دار و رسن یا خواری ہے

میں دار و رسن تک جا نہ سکا، تم جہد کی حد تک آ نہ سکیں
چاہا تو مگر اپنا نہ سکیں
ہم تم دو ایسی رُوحیں ہیں جو منزلِ تسکیں پا نہ سکیں

جینے کو جئے جاتے ہیں مگر سانسوں میں چتائیں جلتی ہیں
خاموش وفائیں جلتی ہیں
سنگین حقائق زاروں میں، خوابوں کی رِدائیں جلتی ہیں

اور آج جب اِن پیڑوں کے تلے پھر دو سائے لہرائے ہیں
پھر دو دل ملنے آئے ہیں

پھر موت کی آندھی اٹھی ہے، پھر جنگ کے بادل چھائے ہیں

میں سوچ رہا ہوں ان کا بھی اپنی ہی طرح انجام نہ ہو
ان کا بھی جنوں ناکام نہ ہو
ان کے بھی مقدر میں لکھی، اک خون میں لتھڑی شام نہ ہو

سورج کے لہو میں لتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے

ہمارا پیار حوادث کی تاب لا نہ سکا
مگر انہیں تو مرادوں کی رات مل جائے
ہمیں تو کشمکشِ مرگِ بے اماں ہی ملی
انہیں تو جھومتی گاتی حیات مل جائے

بہت دنوں سے ہے یہ مشغلہ سیاست کا
کہ جب جوان ہو بچے تو قتل ہو جائیں
بہت دنوں سے ہے یہ خبط حکمرانوں کو
کہ دُور دُور کے ملکوں میں قحط بو جائیں

بہت دنوں سے جوانی کے خواب ویراں ہیں
بہت دنوں سے محبت پناہ ڈھونڈتی ہے
بہت دنوں سے ستم دیدہ شاہراہوں میں
نگارِ زیست کی عصمت، پناہ ڈھونڈتی ہے

چلو کہ آج سبھی پائمال رُوحوں سے
کہیں کہ اپنے ہر اک زخم کو زباں کر لیں
ہمارا راز، ہمارا نہیں، سبھی کا ہے
چلو کہ سارے زمانے کو راز داں کر لیں

چلو کہ چل کے سیاسی مقامروں سے کہیں
کہ ہم کو جنگ و جدل کے چلن سے نفرت ہے
جسے لہُو کے سوا کوئی رنگ راس نہ آئے
ہمیں حیات کے اس پیرہن سے نفرت ہے

کہو کہ اب کوئی قاتل اگر اِدھر آیا
تو ہر قدم پر زمیں تنگ ہوتی جائے گی
ہر ایک موجِ ہوا رخ بدل کے جھپٹے گی
ہر ایک شاخ رگِ سنگ ہوتی جائے گی

اٹھو کہ آج ہر اک جنگ جو سے یہ کہہ دیں
کہ ہم کو کام کی خاطر کلوں کی حاجت ہے
ہمیں کسی کی زمیں چھیننے کا شوق نہیں
ہمیں تو اپنی زمیں پر ملوں کی حاجت ہے

کہو کہ اب کوئی تاجر اِدھر کا رخ نہ کرے
اب اس جگہ کوئی کنواری نہ بیچی جائے گی
یہ کھیت جاگ پڑے، اٹھ کھڑی ہوئیں فصلیں
اب اس جگہ کوئی کیاری نہ بیچی جائے گی

یہ سر زمین ہے گوتم کی اور نانک کی
اس ارض پاک پہ وحشی نہ چل سکیں گے کبھی
ہمارا خون امانت ہے نسلِ نو کے لئے
ہمارے' خون پہ لشکر نہ پل سکیں گے کبھی

کہو--- کہ آج بھی ہم سب اگر خموش رہے
تو اس دمکتے ہوئے خاکداں کی خیر نہیں
جنوں کی ڈھالی ہوئی ایٹمی بلاؤں سے
زمیں کی خیر نہیں' آسماں کی خیر نہیں

گزشتہ جنگ میں گھر ہی جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ تنہائیاں بھی جل جائیں
گزشتہ جنگ میں پیکر جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ پرچھائیاں بھی جل جائیں

تصوّرات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

# گیت



اشکوں میں جو پایا ہے وہ گیتوں میں دیا ہے
اس پر بھی سنا ہے کہ زمانے کو گِلہ ہے

جو تار سے نکلی ہے وہ دُھن سب نے سنی ہے
جو ساز پہ گزری ہے وہ کس دل کو پتہ ہے

ہم پھول ہیں اوروں کے لئے لائے ہیں خوشبو
اپنے لئے لے دے کے بس اک داغ ملا ہے!

☆ 1 ☆

کبھی خود پہ کبھی حالات پہ رونا آیا
بات نکلی تو ہر اک بات پہ رونا آیا

ہم تو سمجھے تھے کہ ہم بھول گئے ہیں ان کو
کیا ہوا آج یہ کس بات پہ رونا آیا

کس لئے جیتے ہیں ہم کس کے لئے جیتے ہیں
بارہا ایسے سوالات پہ رونا آیا

کون روتا ہے کسی اور کی خاطر اے دوست!
سب کو اپنی ہی کسی بات پہ رونا آیا

## ☆ 2 ☆

### دوگانا

ابھی نہ جاؤ چھوڑ کر کہ دل ابھی بھرا نہیں

ابھی ابھی تو آئی ہو بہار بن کے چھائی ہو
ہوا ذرا مہک تو لے نظر ذرا بہک تو لے
یہ شام ڈھل تو لے ذرا یہ دل سنبھل تو لے ذرا
میں تھوڑی دیر جی تو لوں نشے کے گھونٹ پی تو لوں

ابھی تو کچھ کہا نہیں، ابھی تو کچھ سنا نہیں!

ستارے جھلملا اٹھے چراغ جگمگا اٹھے
بس اب نہ مجھ کو ٹوکنا نہ بڑھ کے راہ روکنا
اگر میں رک گئی ابھی تو جا نہ پاؤں گی کبھی
یہی کہو گے تم سدا کہ دل ابھی نہیں بھرا

جو ختم ہو کسی جگہ، یہ ایسا سلسلہ نہیں

ادھوری آس چھوڑ کے ادھوری پیاس چھوڑ کے
جو روز یوں ہی جاؤ گی تو کس طرح نبھاؤ گی؟
کہ زندگی کی راہ میں جواں دلوں کی چاہ میں
کئی مقام آئیں گے جو ہم کو آزمائیں گے

برا نہ مانو بات کا، یہ پیار ہے گلہ نہیں

☆ 3 ☆

تم اگر مجھ کو نہ چاہو تو کوئی بات نہیں
تم کسی اور کو چاہو گی تو مشکل ہو گی!

اب اگر میل نہیں ہے تو جدائی بھی نہیں
بات توڑی بھی نہیں تم نے نبھائی بھی نہیں
یہ سہارا بھی بہت ہے مرے جینے کے لئے
تم اگر میری نہیں ہو تو پرائی بھی نہیں
غیر کے دل کو سراہو گی، تو مشکل ہو گی!

تم حسیں ہو تمہیں سب پیار ہی کرتے ہوں گے
میں جو مرتا ہوں تو کیا اور بھی مرتے ہوں گے
سب کی آنکھوں میں اسی شوق کا طوفان ہو گا
سب کے سینے میں یہی درد ابھرتے ہوں گے
میرے غم میں نہ کراہو، تو کوئی بات نہیں
اور کے غم میں کراہو گی تو مشکل ہو گی!

پھول کی طرح ہنسو سب کی نگاہوں میں رہو
اپنی معصوم جوانی کی پناہوں میں رہو
مجھ کو وہ دن نہ دکھانا تمہیں اپنی ہی قسم
میں ترستا رہوں تم غیر کی باہوں میں رہو
تم مجھ سے نہ نبھاؤ تو کوئی بات نہیں
کسی دشمن سے نبھاؤ گی تو مشکل ہو گی!

## ☆ 4 ☆

بستی بستی، پربت پربت گاتا جائے بنجارا
لے کر دل کا اک تارا

پل دو پل کا ساتھ ہمارا، پل دو پل کی یاری
آج رکے تو کل کرنی ہے چلنے کی تیاری

قدم قدم پر ہونی بیٹھی اپنا جال بچھائے
اس جیون کی راہ میں جانے کون کہاں رہ جائے

دھن دولت کے پیچھے کیوں ہے یہ دنیا دیوانی
یہاں کی دولت یہیں رہے گی ساتھ نہیں یہ جانی

سونے چاندی میں تلتا ہو جہاں دلوں کا پیار
آنسو بھی بیکار وہاں پر آہیں بھی بیکار!

دنیا کے بازار میں آخر چاہت بھی بیوپار بنی
میرے دل سے ان کے دل تک چاندی کی دیوار بنی

ہم جیسوں کے بھاگ میں لکھا چاہت کا وردان نہیں
جس نے ہم کو جنم دیا وہ پتھر ہے بھگوان نہیں

بستی بستی، پربت پربت گاتا جائے بنجارا!

○

☆ 5 ☆

جو بات تجھ میں ہے تری تصویر میں نہیں!

رنگوں میں ترا عکس ڈھلا، تو نہ ڈھل سکی
سانسوں کی آنچ جسم کی خوشبو نہ ڈھل سکی
تجھ میں جو لوچ ہے مری تحریر میں نہیں

بے جان حسن میں کہاں گفتار کی ادا
انکار کی ادا ہے نہ اقرار کی ادا
کوئی لچک بھی زلفِ گرہ گیر میں نہیں

دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تری طرح
پھر ایک بار سامنے آ جا کسی طرح
کیا اور اک جھلک مری تقدیر میں نہیں؟

جو بات تجھ میں ہے تری تصویر میں نہیں

○

## ☆ 6 ☆

زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
ایک انجان حسینہ سے ملاقات کی رات

ہائے وہ ریشمی زُلفوں سے برستا پانی!
پھول سے گالوں پہ رکنے کو ترستا پانی!
دل میں طوفان اٹھاتے ہوئے جذبات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

ڈر کے بجلی سے اچانک وہ لپٹنا اس کا
اور پھر شرم سے بل کھا کے سمٹنا اس کا
کبھی دیکھی نہ سنی ایسی طلسمات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

بھیگے آنچل کو دبا کر جو نچوڑا اس نے
دل میں جلتا ہوا اک تیر سا چھوڑا اس نے
آگ پانی میں لگاتے ہوئے حالات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

میرے نغموں میں جو بستی ہے وہ تصویر تھی وہ
نوجوانی کے حسیں خواب کی تعبیر تھی وہ
آسمانوں سے اتر آئی تھی جو رات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

☆ 7 ☆

غیروں پہ کرم اپنوں پہ ستم
اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر
رہنے دے ابھی تھوڑا سا بھرم
اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر

ہم چاہنے والے ہیں تیرے
یوں ہم کو جلانا ٹھیک نہیں
محفل میں تماشا بن جائیں
اس طرح جلانا ٹھیک نہیں

مر جائیں گے ہم مٹ جائیں گے ہم
اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر

ہم بھی تھے ترے منظور نظر
دل چاہے تو اب اقرار نہ کر
سو تیر چلا سینے پہ مگر!
بیگانوں سے مل کے وار نہ کر

تجھ کو تری بے دردی کی قسم
اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر!

☆ 8 ☆

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں!

نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دل نوازی کی
نہ تم میری طرف دیکھو غلط انداز نظروں سے
نہ میرے دل کی دھڑکن لڑکھڑائے تیری باتوں سے
نہ ظاہر ہو تمہاری کشمکش کا راز نظروں سے

تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ جلوے پرائے ہیں
مرے ہمراہ بھی رسوائیاں ہیں میرے ماضی کی
تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں

تعارف روگ ہو جائے تو اس کو بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

○

☆ 9 ☆

ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی
ہوتی ہے دلبروں کی عنایت کبھی کبھی

شرما کے منہ نہ پھیر نظر کے سوال پر
لاتی ہے ایسے موڑ پہ قسمت کبھی کبھی

کُھلتے نہیں ہیں روز دَریچے بہار کے
آتی ہے جانِ من یہ قیامت کبھی کبھی

تنہا نہ کٹ سکیں گے جوانی کے راستے
پیش آئے گی کسی کی ضرورت کبھی کبھی

پھر کھو نہ جائیں ہم کہیں دنیا کی بھیڑ میں
ملتی ہے پاس آنے کی مہلت کبھی کبھی

○

## ☆ 10 ☆

کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے!

کہ جیسے تجھ کو بنایا گیا ہے میرے لئے
تو اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی کہیں
تجھے زمیں پہ بلایا گیا ہے میرے لئے
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے!

کہ یہ بدلتی نگاہیں میری امانت ہیں
یہ گیسوؤں کی گھنی چھاؤں ہے میری خاطر
یہ ہونٹ اور یہ بانہیں میری امانت ہیں
کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے!

کہ جیسے بجتی ہیں شہنائیاں سی راہوں میں
سہاگ رات ہے گھونگٹ اٹھا رہا ہوں میں
سمٹ رہی ہے تو شرما کے اپنی باہوں میں
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے!

کہ جیسے تو مجھے چاہے گی عمر بھر یوں ہی
کہ اٹھے گی مری طرف پیار کی نظر یوں ہی
میں جانتا ہوں کہ تو غیر ہے مگر یوں ہی

کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے!

☆ 11 ☆

دیکھا ہے زندگی کو کچھ اتنا قریب سے
چہرے تمام لگنے لگے ہیں عجیب سے

کہنے کو دل کی بات جنہیں ڈھونڈتے تھے ہم
محفل میں آ گئے ہیں وہ اپنے نصیب سے

نیلام ہو رہا تھا کسی نازنیں کا پیار
قیمت نہیں چکائی گئی اک غریب سے

تیری وفا کی لاش پہ لا میں ہی ڈال دوں
ریشم کا کفن جو ملا ہے رقیب سے



## ☆ 12 ☆

میں پل دو پل کا شاعر ہوں
پل دو پل میری کہانی ہے
پل دو پل میری ہستی ہے
پل دو پل میری جوانی ہے

مجھ سے پہلے کتنے شاعر
آئے اور آ کر چلے گئے
کچھ آہیں بھر کر لوٹ گئے
کچھ نغمے گا کر چلے گئے
وہ بھی اک پل کا قصہ تھے
میں بھی اک پل کا قصہ ہوں
کل تم سے جدا ہو جاؤں گا!
گو آج تمہارا حصہ ہوں
میں پل دو پل کا شاعر ہوں!!

کل اور آئیں گے نغموں کی
کھلتی کلیاں چننے والے
مجھ سے بہتر کہنے والے
تم سے بہتر سننے والے
کل مجھ کو کوئی یاد کرے
کیوں مجھ کو کوئی یاد کرے
مصروف زمانہ میرے لئے
کیوں وقت اپنا برباد کرے؟

میں پل دو پل کا شاعر ہوں
پل دو پل میری جوانی ہے

## ☆ 13 ☆

میں ہر اک پل کا شاعر ہوں
ہر اک پل میری کہانی ہے
ہر اک پل میری ہستی ہے
ہر اک پل میری جوانی ہے

رشتوں کا روپ بدلتا ہے
بنیادیں ختم نہیں ہوتیں
خوابوں کی اور امنگوں کی
معیادیں ختم نہیں ہوتیں

ہر پھول میں تیرا روپ بسا
ہر پھول میں تیری جوانی ہے
اک چہرہ تیری نشانی ہے
اک چہرہ میری نشانی ہے

تم کو، مجھ کو، جیون امرت
ان ہاتھوں سے ہی پینا ہے
ان کی دھڑکن میں بسنا ہے
ان کی سانسوں میں جینا ہے
تو اپنی ادائیں بخش انہیں
میں اپنی وفائیں دیتا ہوں
جو اپنے لئے سوچی تھی کبھی
وہ ساری دعائیں دیتا ہوں

## ☆ 14 ☆

آپ نہ جانے مجھ کو سمجھتے ہیں کیا؟
میں تو کچھ بھی نہیں
اس قدر پیار اتنی بڑی بھیڑ کا
میں رکھوں گا کہاں؟
اس قدر پیار رکھنے کے قابل نہیں
میرا دل میری جاں
مجھ کو اتنی محبت نہ دو دوستو
سوچ لو دوستو!
اس قدر پیار کیسے نبھاؤں گا میں
میں تو کچھ بھی نہیں

عزتیں، شہرتیں، چاہتیں، الفتیں
کوئی بھی چیز دنیا میں رہتی نہیں
آج میں ہوں جہاں کل کوئی اور تھا
یہ بھی اک دور ہے وہ بھی اک دور تھا

آج اتنی محبت نہ دو دوستو
کہ میرے کل کی خاطر نہ کچھ بھی بچے
آج کا پیار تھوڑا بچا کر رکھو
میرے کل کے لئے

کل جو گمنام ہے، کل جو سنسان ہے
کل جو انجان ہے، کل جو ویران ہے
میں تو کچھ بھی نہیں

☆ 15 ☆

برباد محبت کی دعا ساتھ لئے جا
ٹوٹا ہوا اقرارِ وفا ساتھ لئے جا

اک دل تھا جو پہلے ہی تجھے سونپ دیا تھا
یہ جان بھی اے جانِ ادا ساتھ لئے جا

تپتی ہوئی راہوں سے تجھے آنچ نہ پہنچے
دیوانوں کے اشکوں کی گھٹا ساتھ لئے جا

شامل ہے مرا خونِ جگر تیری حنا میں
یہ کم ہو تو اب خونِ وفا ساتھ لئے جا

ہم جرمِ محبت کی سزا پائیں گے تنہا
جو تجھ سے ہوئی ہو وہ خطا ساتھ لئے جا

○

☆ 16 ☆

بابل کی دعائیں لیتی جا' جا تجھ کو سکھی سنسار ملے
میکے کی کبھی نہ یاد آئے سسرال میں اتنا پیار ملے

نازوں سے تجھے پالا میں نے' کلیوں کی طرح پھولوں کی طرح
بچپن میں جھلایا ہے تجھ کو' بانہوں نے میری جھولوں کی طرح
مرے باغ کی اے نازک ڈالی' تجھے ہر پل نئی بہار ملے

جس گھر سے بندھے ہیں بھاگ ترے اس گھر میں سدا تیرا راج رہے
ہونٹوں پہ ہنسی کی دھوپ کھلے' ماتھے پہ خوشی کا تاج رہے
کبھی جس کی جوت نہ ہو پھیکی' تجھے ایسا روپ سنگھار ملے

بیتیں ترے جیون کی گھڑیاں آرام کی ٹھنڈی چھاؤں میں
کانٹا بھی نہ چبھنے پائے کبھی' میری لاڈلی ترے پاؤں میں
اس دوار سے بھی دکھ دُور رہے جس دوار سے تیرا دوار ملے

○

☆ 17 ☆

مطلب نکل گیا ہے تو پہچانتے نہیں
یوں جا رہے ہیں جیسے ہمیں جانتے نہیں

اپنی غرض تھی جب تو لپٹنا قبول تھا
بانہوں کے دائرے میں سمٹنا قبول تھا
اب ہم منا رہے ہیں مگر مانتے نہیں

ہم نے تمہیں پسند کیا' کیا برا کیا
رتبہ ہی کچھ بلند کیا' کیا برا کیا
ہر اک گلی کی خاک تو ہم چھانتے نہیں

منہ پھیر کر نہ جاؤ ہمارے قریب سے
ملتا ہے کوئی چاہنے والا نصیب سے
اس طرح عاشقوں پہ کماں تانتے نہیں

○

## ☆ 18 ☆

یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں
سُن جا دل کی داستاں

پیڑوں کی شاخوں پہ سوئی سوئی چاندنی
تیرے خیالوں میں کھوئی کھوئی چاندنی
اور تھوڑی دیر میں تھک کر لوٹ جائے گی
رات یہ بہار کی پھر کبھی نہ آئے گی
دو اک پل اور ہے یہ سماں
سُن جا دل کی داستاں

لہروں کے ہونٹوں پہ دھیما دھیما راگ ہے
بھیگی ہواؤں میں ٹھنڈی ٹھنڈی آگ ہے
اس حسین آگ میں تو بھی جل کے دیکھ لے
زندگی کے راگ کی دھن بدل کے دیکھ لے
کھلنے نہ دے اب دھڑکنوں کی زباں
سُن جا دل کی داستاں!

جاتی بہاریں ہیں اٹھتی جوانیاں
تاروں کی چھاؤں میں کہہ لے کہانیاں
ایک بار چل دیئے گر تجھے پکار کے
لوٹ کے نہ آئیں گے قافلے بہار کے
آ جا ابھی زندگی ہے جواں
سُن جا دل کی داستاں!

## ☆ 19 ☆

ہم انتظار کریں گے ترا قیامت تک
خدا کرے کہ قیامت ہو اور تُو آئے

یہ انتظار بھی اک امتحان ہوتا ہے
اسی سے عشق کا شعلہ جوان ہوتا ہے
یہ انتظار سلامت ہو اور تُو آئے!

بچھائے شوق کے سجدے وفا کی راہوں میں
کھڑے ہیں دید کی حسرت لئے نگاہوں میں
قبول دل کی عبادت ہو اور تُو آئے

وہ خوش نصیب ہے جس کو تو انتخاب کرے
خدا ہماری محبت کو کامیاب کرے
جواں ستارۂ قسمت ہو اور تُو آئے

○

☆ 20 ☆

تنگ آ چکے ہیں کشمکشِ زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

لو! آج ہم نے توڑ دیا رشتۂ امید
لو! اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم

گر زندگی میں مل گئے پھر اتفاق سے
پوچھیں گے اپنا حال تری بے بسی سے ہم

او آسماں والے! کبھی تو نگاہ کر
کب تک یہ ظلم سہتے رہیں خامشی سے ہم؟

○

☆ 21 ☆

تم اگر ساتھ دینے کا وعدہ کرو
میں یونہی مست نغمے لٹاتا رہوں
تم مجھے دیکھ کر مسکراتی رہو
میں تمہیں دیکھ کر گیت گاتا رہو

کتنے جلوے فضاؤں میں بکھرے مگر
میں نے اب تک کسی کو پکارا نہیں
تم کو دیکھا تو نظریں یہ کہنے لگیں
ہم کو چہرے سے ہٹنا گوارا نہیں
تم اگر میری نظروں کے آگے رہو
میں ہر اک شے سے نظریں چراتا رہوں

میں نے خوابوں میں برسوں تراشا جسے
تم وہی سنگِ مرمر کی تصویر ہو
تم نہ سمجھو تمہارا مقدر ہوں میں
میں سمجھتا ہوں تم میری تقدیر ہو
تم اگر مجھ کو اپنا سمجھنے لگو
میں بہاروں کی محفل سجاتا رہوں!

○

# ☆ 22 ☆

دیواروں کا جنگل جس کا آبادی ہے نام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
دیواروں کے اس جنگل میں بھٹک رہے انسان
اپنے اپنے الجھے دامن جھٹک رہے انسان

اپنی بپتی چھوڑ کے آئے کون کسی کے کام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
سینے خالی، آنکھیں سونی، چہرے پہ حیرانی
جتنے گھنے ہنگامے اس میں اتنی گھنی ویرانی

راتیں قاتل، صبحیں مجرم، ملزم ہے ہر شام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
حال نہ پوچھیں، درد نہ بانٹیں اس جنگل کے لوگ
اپنا اپنا سکھ ہے سب کا اپنا اپنا سوگ

کوئی نہیں جو ہاتھ بڑھا کر گرتوں کو لے تھام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
بے بس کو دوشی ٹھہرائے اس جنگل کا نیائے
سچ کی لاش پہ کوئی نہ روئے جھوٹ کو سیس نوائے

پتھر کی ان دیواروں میں پتھر ہو گئے رام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام

## ☆ 23 ☆

مرے دل میں آج کیا ہے، تُو کہے تو میں بتا دوں
تری زُلف پھر سنواروں، تری مانگ پھر سجادوں

مجھے دیوتا بنا کر تری چاہتوں نے پوجا
مرا پیار کہہ رہا ہے میں تجھے خدا بنا دوں

کوئی ڈھونڈنے بھی آئے تو ہمیں نہ ڈھونڈ پائے
مجھے تو کہیں چھپا دے، تجھے میں کہیں چھپا دوں

میرے بازوؤں میں آ کر تیرا درد چین پائے
ترے گیسوؤں میں چھپ کر میں جہاں کے غم بھلا دوں

مرے دل میں آج کیا ہے، تُو کہے تو میں بتا دوں
تری زلف پھر سنواروں، تری مانگ پھر سجا دوں

○

☆ 24 ☆

جب بھی جی چاہے نئی دنیا بسا لیتے ہیں لوگ
ایک چہرے پر کئی چہرے لگا لیتے ہیں لوگ

یاد رہتا ہے کسے گذرے زمانے کا چلن
سرد پڑ جاتی ہے چاہت' ہار جاتی ہے لگن
اب محبت بھی ہے کیا
اک تجارت کے سوا
ہم ہی ناداں تھے جو اوڑھا بیتی یادوں کا کفن
ورنہ جینے کے لئے سب کچھ بھلا لیتے ہیں لوگ

جانے وہ کیا لوگ تھے جن کو وفا کا پاس تھا
دوسرے کے دل پہ کیا گزرے گی یہ احساس تھا
اب ہیں پتھر کے صنم
جن کو احساس نہ غم
وہ زمانہ اب کہاں جو اہلِ دل کو راس تھا
اب تو مطلب کے لئے نامِ وفا لیتے ہیں لوگ

## ☆ 25 ☆

میں نے پی شراب، تم نے کیا پیا؟ آدمی کا خُون
میں ذلیل ہوں
تم کو کیا کہوں

تو پیو تو ٹھیک ہم پئیں تو پاپ
تم جیئو تو پُن ہم جئیں تو پاپ
تم شریف لوگ تم امیر لوگ
ہم تباہ حال ہم فقیر لوگ
زندگی بھی روگ موت بھی عذاب
میں نے پی شراب

تم کہو تو سچ ہم کہیں تو جھوٹ
تم کو سب معاف ظلم ہو کہ لُوٹ
تم نے کتنے دل چاک کر دیئے
کتنے بستے گھر خاک کر دیئے
میں نے تو کیا خود کو ہی خراب
میں نے پی شراب!

ریت اور رواج سب تمہارے ساتھ
دھرم اور سماج سب تمہارے ساتھ
اپنے ساتھ کیا؟ دُھول اور دھُواں
آج چاہے تم نوچ لو زباں
آنے والا دور لے گا سب حساب
میں نے پی شراب

تم نے کیا پیا؟ آدمی کا خُون
میں ذلیل ہوں تم کو کیا کہوں؟

☆ 26 ☆

نیلے گگن کے تلے
دھرتی کا پیار ملے

ایسے ہی جگ میں
آتی ہیں صبحیں
ایسے ہی شام ڈھلے
نیلے گگن کے تلے

شبنم کے مُوتی
پھُولوں پر بکھریں
دونوں کی آس پھلے

بِل کھاتی بیلیں
مستی مین کھیلیں
پیڑوں سے مل کے گلے

ندیا کا پانی
دریا سے مل کے
ساگر کی اَور چلے

نیلے گگن کے تلے
دھرتی کا پیار ملے

○

## ☆ 27 ☆

جرمِ اُلفت پہ ہمیں لوگ سزا دیتے ہیں
کیسے نادان ہیں، شعلوں کو ہوا دیتے ہیں

ہم سے دیوانے کہیں ترکِ وفا کرتے ہیں؟
جان جائے کہ رہے، بات نبھا دیتے ہیں

آپ دولت کے ترازو میں دلوں کو تولیں
ہم محبت سے محبت کا صلہ دیتے ہیں

تخت کیا چیز ہے، اور لعل و جواہر کیا ہیں
عشق والے تو خدائی بھی لٹا دیتے ہیں

ہم نے دل دے بھی دیا، عہدِ وفا لے بھی لیا
آپ اب شوق سے دے لیں جو سزا دیتے ہیں

○

## ☆ 28 ☆

یہ وادیاں، یہ فضائیں بلا رہی ہیں تمہیں
خموشیوں کی صدائیں بلا رہی ہیں تمہیں

ترس رہے ہیں جواں پھول ہونٹ چھونے کو
مچل مچل کے ہوائیں بلا رہی ہیں تمہیں

تمہاری زُلفوں سے خوشبو کی بھیک لینے کو
جھکی جھکی سی گھٹائیں بلا رہی ہیں تمہیں

حسین چمپئی پیروں کو جب سے دیکھا ہے
ندی کی مست ادائیں بلا رہی ہیں تمہیں

میرا کہا نہ سنو، ان کی بات تو سن لو
ہر ایک دل کی دعائیں بلا رہی ہیں تمہیں

○

# ☆ 29 ☆

## دوگانا

ا) جو وعدہ کیا وہ نبھانا پڑے گا
روکے زمانہ چاہے روکے خدائی تم کو آنا پڑے گا
ترستی نگاہوں نے آواز دی ہے
محبت کی راہوں نے آواز دی ہے
جانِ حیا' جانِ ادا! چھوڑو ترسانا' تم کو آنا پڑے گا
ب) یہ مانا ہمیں جاں سے جانا پڑے گا
پر یہ سمجھ لو' تم نے جب بھی پکارا' ہم کو آنا پڑے گا
ہم اپنی وفا پر نہ الزام لیں گے
تمہیں دل دیا ہے' تمہیں جاں بھی دیں گے
جب عشق کا سودا کیا' پھر کیا گھبرانا ہم کو آنا پڑے گا
ا) سبھی اہلِ دنیا یہ کہتے ہیں ہم سے
کہ آتا نہیں کوئی ملکِ عدم سے
آج ذرا' شانِ وفا' دیکھے زمانہ' تم کو آنا پڑے گا
ب) ہم آتے رہے ہیں' ہم آتے رہیں گے
محبت کی رسمیں' نبھاتے رہیں گے
جانِ وفا' مت دو صدا' پھر کیا ٹھکانا' ہم کو آنا پڑے گا

☆ 30 ☆

جانے کیا تو نے کہی
جانے کیا میں نے سنی
بات کچھ بن ہی گئی

سنسناہٹ سی ہوئی
تھرتھراہٹ سی ہوئی
جاگ اُٹھے خواب کئی
بات کچھ بن ہی گئی

نین جھک جھک کے اُٹھے
پاؤں رک رک کے اُٹھے
آگئی چال نئی
بات کچھ بن ہی گئی

زُلف شانے پہ مڑی
ایک خوشبو سی اڑی
کُھل گئے راز کئی
بات کچھ بن ہی گئی

## ☆ 31 ☆

ساتھی ہاتھ بڑھانا
ایک اکیلا تھک جائے گا، مل کر بوجھ اٹھانا
---ساتھی ہاتھ بڑھانا
ہم محنت والوں نے جب بھی مل کر قدم بڑھایا
ساگر نے رستہ چھوڑا پربت نے سیس جھکایا
فولادی ہیں سینے اپنے فولادی ہیں بانہیں
ہم چاہیں تو پیدا کر دیں چٹانوں میں راہیں
--- ساتھی ہاتھ بڑھانا
محنت اپنے لیکھ کی ریکھا، محنت سے کیا ڈرنا
کل غیروں کی خاطر کی آج اپنی خاطر کرنا
اپنا دکھ بھی ایک ہے ساتھی، اپنا سکھ بھی ایک
اپنی منزل، سچ کی منزل، اپنا رستہ نیک
--- ساتھی ہاتھ بڑھانا
ایک سے ایک ملے تو قطرہ بن جاتا ہے دریا
ایک سے ایک ملے تو ذرہ بن جاتا ہے صحرا
ایک سے ایک ملے تو رائی بن سکتی ہے پربت
ایک سے ایک ملے تو انساں بس میں کر لے قسمت
---ساتھی ہاتھ بڑھانا
ماٹی سے ہم لعل نکالیں موتی لائیں جل سے
جو کچھ اس دنیا میں بنا ہے بنا ہمارے بل سے
کب تک محنت کے پیروں میں دولت کی زنجیریں
ہاتھ بڑھا کر چھین لو اپنے خوابوں کی تعبیریں
---ساتھی ہاتھ بڑھانا

☆ 32 ☆

جانے وہ کیسے لوگ تھے جن کے پیار کو پیار ملا
ہم نے تو جب کلیاں مانگیں، کانٹوں کا ہار ملا

خوشیوں کی منزل ڈھونڈی تو غم کی گرد ملی
چاہت کے نغمے چاہے تو آہِ سرد ملی

دل کے بُوجھ کو دو نا کر گیا جو غم خوار ملا
جانے وہ کیسے لوگ تھے جن کے پیار کو پیار ملا

بچھڑ گیا ہر ساتھی دے کر پل دو پل کا ساتھ
کس کو فرصت ہے جو تھامے دیوانوں کا ہاتھ

ہم کو اپنا سایہ تک اکثر بیزار ملا
جانے وہ کیسے لوگ تھے جن کے پیار کو پیار ملا

اس کو ہی جینا کہتے ہیں تو یوں ہی جی لیں گے
اف نہ کریں گے، لب سیں گے، آنسو پی لیں گے

غم سے اب گھبرانا کیسا، غم سو بار ملا
جانے وہ کیسے لوگ تھے جن کے پیار کو پیار ملا

○

## ☆ 33 ☆

جسے تُو قبول کر لے' وہ ادا کہاں سے لاؤں؟
ترے دل کو جو لبھا لے' وہ صدا کہاں سے لاؤں؟

میں وہ پھُول ہوں کہ جس کو گیا ہر کوئی مسل کے
مری عمر بہہ گئی ہے مرے آنسوؤں میں ڈھل کے

جو بہار بن کے برسے وہ گھٹا کہاں سے لاؤں؟
جسے تُو قبول کر لے' وہ ادا کہاں سے لاؤں؟

تجھے اور کی تمنا' مجھے تیری آرزو ہے
ترے دل میں غم ہی غم ہے' مرے دل میں تو ہی تو ہے

جو دلوں کو چین دے دے وہ دوا کہاں سے لاؤں؟
جسے تُو قبول کر لے' وہ ادا کہاں سے لاؤں؟

مری بے بسی ہے ظاہر مری آہِ بے اثر سے
کبھی موت بھی جو مانگی تو نہ پائی اس کے دَر سے

جو مراد لے کے آئے' وہ دُعا کہاں سے لاؤں؟
جسے تو قبول کر لے' وہ ادا کہاں سے لاؤں؟

## ☆ 34 ☆

میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا

میں وہ نغمہ ہوں جسے پیار کی محفل نہ ملی
وہ مسافر ہوں جسے کوئی بھی منزل نہ ملی

زخم پائے ہیں، بہاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

کسی گیسو، کسی آنچل کا سہارا بھی نہیں
راستے میں کوئی دھندلا سا ستارا بھی نہیں

میری نظروں نے نظاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

دل میں ناکام امیدوں کے بسیرے پائے
روشنی لینے کو نکلا تو اندھیرے پائے

رنگ اور نور کے دھاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

☆ 35 ☆

میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے!

اجنبی سی ہو مگر غیر نہیں لگتی ہو
وہم سے بھی جو ہو نازک وہ یقیں لگتی ہو
ہائے یہ پھول سا چہرہ یہ گھنیری زلفیں
میرے شعروں سے بھی تم مجھ کو حسیں لگتی ہو

دیکھ کر تم کو کسی رات کی یاد آتی ہے
ایک خاموش ملاقات کی یاد آتی ہے
ذہن میں حسن کی ٹھنڈک کا اثر جاگتا ہے
آنچ دیتی ہوئی برسات کی یاد آتی ہے

میری آنکھوں میں جھکی رہتی ہیں پلکیں جس کی
تم وہی میرے خیالوں کی پری ہو کہ نہیں
کہیں پہلے کی طرح پھر تو نہ کھو جاؤ گی
جو ہمیشہ کے لئے ہو وہ خوشی ہو کہ نہیں

میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے

☆ 36 ☆

تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے
ہم بھری دُنیا میں تنہا ہو گئے

موت بھی آتی نہیں
آس بھی جاتی نہیں
دل کو یہ کیا ہو گیا
کوئی شے بھاتی نہیں

ایک جاں اور لاکھ غم
گھٹ کے رہ جائے نہ دم
آؤ تم کو دیکھ لیں
ڈوبتی نظروں سے ہم
تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے
ہم بھری دُنیا میں تنہا ہو گئے

## ☆ 37 ☆

جیون کے سفر میں راہی ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو

رو رو کے انہی راہوں میں کھونا پڑا اک اپنے کو
ہنس ہنس کے انہیں راہوں میں اپنایا تھا بیگانے کو

اب ساتھ نہ گذریں گے ہم، لیکن یہ فضا وادی کی
دہراتی رہے گی برسوں، بھولے ہوئے افسانے کو

تم اپنی نئی دنیا میں کھو جاؤ پرائے بن کر
جی پائے تو ہم جی لیں گے مرنے کی سزا پانے کو

جیون کے سفر میں راہی ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو

☆ 38 ☆

ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں
رکھے کون یہ حساب، میں تو پیتا ہوں
ایک انسان ہوں میں فرشتہ نہیں
جو فرشتے بنیں، ان سے رشتہ نہیں
کہو اچھا یا خراب، میں تو پیتا ہوں
ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں
ہوش مجھ کو رہے تو ستم گھیر لیں
کئی دکھ گھیر لیں، کئی غم گھیر لیں
سہے کون یہ عذاب؟ میں تو پیتا ہوں
ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں
کوئی اپنا اگر ہو تو ٹوکے مجھے
میں غلط کر رہا ہوں تو روکے مجھے
کسے دینا ہے حساب، میں تو پیتا ہوں
ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں

## ☆ 39 ☆

کیا ملئے ایسے لوگوں سے جن کی فطرت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے' اصلی صورت چھپی رہے

خود سے بھی جو خود کو چھپائیں' کیا ان سے پہچان کریں
کیا ان کے دامن سے لپٹیں' کیا ان کا ارمان کریں
جن کی آدھی نیت ابھرے' آدھی نیت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے' اصلی صورت چھپی رہے

جن کے ظلم سے دکھی ہے جنتا' ہر بستی ہر گاؤں میں
دیا دھرم کی بات کریں وہ بیٹھ کے سجی سبھاؤں میں
دان کا چرچا گھر گھر پہنچے' لوٹ کی دولت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے' اصلی صورت چھپی رہے

دیکھیں ان نقلی چہروں کی کب تک جے جے کار چلے
اجلے کپڑوں کی تہ میں کب تک کالا سنسار چلے
کب تک لوگوں کی نظروں سے چھپی حقیقت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے' اصلی صورت چھپی رہے

## ☆ 40 ☆

رنگ اور نُور کی بارات کسے پیش کروں؟
یہ مرادوں کی حسیں رات کسے پیش کروں؟
میں نے جذبات نبھائے ہیں اصولوں کی جگہ
اپنے ارمان پرُو لایا ہوں پھول کی جگہ
تیرے سہرے کی یہ سوغات کسے پیش کروں؟
یہ میرے شعر، مرے آخری نذرانے ہیں
میں ان اپنوں میں ہوں جو آج سے بیگانے ہیں
بے تعلق سی ملاقات کسے پیش کروں؟
سُرخ جوڑے کی تب و تاب مبارک ہو تجھے
تیری آنکھوں کا نیا خواب مبارک ہو تجھے
میں یہ خواہش یہ خیالات کسے پیش کروں؟
کون کہتا ہے کہ چاہت پہ سبھی کا حق ہے
تو جسے چاہے ترا پیار اسی کا حق ہے
مجھ سے کہہ دے میں ترا ہات کسے پیش کروں؟

## ☆ 41 ☆

بھولے سے محبت کر بیٹھا، نادان تھا بچارا، دل ہی تو ہے
ہر دل سے خطا ہو جاتی ہے، بگڑو نہ خدارا، دل ہی تو ہے

اس طرح نگاہیں مت پھیرو، ایسا نہ ہو دھڑکن رک جائے
سینے میں کوئی پتھر تو نہیں، احساس کا مارا، دل ہی تو ہے

جذبات بھی ہندو ہوتے ہیں، چاہت بھی مسلماں ہوتی ہے
دنیا کا اشارا تھا، لیکن سمجھا نہ اشارا، دل ہی تو ہے

بیداد گروں کی ٹھوکر سے، سب خُواب سہانے چور ہوئے
اب دل کا سہارا غم ہی تو ہے، اب غم کا سہارا، دل ہی تو ہے